اداریہ

آج کی اردو تحقیق اور محققین سے کئی لوگ شاکی ہیں۔ ان کا شکوہ بجا بھی ہوگا لیکن سوال یہ ہے کہ اردو تحقیق کے معیار پر سوال اٹھانے والے خود جو تحقیق پیش کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں وہ مقدار اور معیار کے لحاظ سے کیسی ہے؟ صرف ''مناجاتِ بیوہ'' گا لینے سے دکھوں کا مداوا نہیں ہوتا۔ اردو تحقیق، تحقیقی جرائد اور جامعات کے شعبۂ ہائے اردو کے ''زوال'' اور ''بربادی'' کی داستانیں سنانے والے اساتذہ خود کو کیوں بری الذمہ قرار دیتے ہیں جب کہ وہ اسی نظام سے عشروں تک وابستہ رہے؟ اصول یہ ہے کہ کوئی شخص خود اپنے مقدمے میں منصف نہیں ہوسکتا لیکن بعض پرانے اساتذہ اور محققین اردو تدریس اور تحقیق کے معیار کے پست ہونے کی ساری ذمے داری دوسروں پر ڈال کر مطمئن ہوجاتے ہیں۔ ان سے دست بستہ التماس ہے کہ کبھی خود احتسابی کے عمل سے بھی گزریے یا اپنے ''کار ہائے نمایاں'' اور دوسروں کی ''ناقص'' تحقیق کا فیصلہ خود کرنے کی بجائے وقت کو کرنے دیجیے نیز اگر زوال کے نغمے گانے سے فرصت ملے تو نئے اور مختلف موضوعات پر کچھ ''معیاری'' مقالے اور کتابیں بھی پیش کیجیے اور اُس تحقیق کے معیار کو بلند کرنے میں عملی حصہ بھی لیجیے جس کے زوال سے آپ نالاں ہیں۔ بقولِ فراز:

شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

جن لوگوں نے جامعات کے اردو کے شعبوں میں کوئی شمع نہیں جلائی انھیں اندھیروں کے شکوے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ ہاں البتہ جن اہلِ علم و اہلِ قلم اور اساتذۂ کرام نے اردو کے شعبوں اور اردو تحقیق، تخلیق اور تنقید کے میدانوں کو اپنی فکری کاوشوں کی بدولت گل و گلزار کر دیا ہے انھیں ہدیۂ سپاس پیش کرنا اور ان کوششوں کو سراہنا ہمارا فریضہ ہے۔ رہے سینئر اساتذہ اور محققین کو بلا وجہ نشانۂ تنقید بنا کر اپنا قد بڑھانے کی کوشش کرنے والے تو ان کا فیصلہ وہ خود نہیں بلکہ مستقبل کا مورّخ لکھے گا اور ان کی متعصبانہ اور یک طرفہ تحریروں کو قطعاً نظر انداز کر دے گا۔

۲۰۱۷ء سرسیّد احمد خان کی دوصد سالہ سال گرہ کا بھی سال ہے۔ اسی مناسبت سے زیرِ نظر شمارے میں سرسیّد احمد خان کی ایک اہم اور نادر تحریر پیش کی جا رہی ہے جو پروفیسر اصغر عباس صاحب (علی گڑھ) نے مرتّب کر کے ہماری درخواست پر بھجوائی ہے۔ سرسیّد اور ان کی خدمات دراصل پروفیسر صاحب کا خاص

موضوع ہیں۔ سرسیّد کی اس تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ضلع علی گڑھ کے مسلمانوں کی تعلیم کی کیا صورتِ حال تھی اور سرسیّد تعلیم کی ترقی کے لیے کتنی دل سوزی سے تفکر کرتے تھے۔ پروفیسر فتح محمد ملک صاحب پاکستانی زبانوں کے کلاسیکی اور صوفی شعرا پر مقالات کا سلسلہ انگریزی میں تحریر فرما رہے ہیں۔ یہ سلسلہ ہماری ملکی زبانوں کی تفہیم کے علاوہ ہماری ادبی روایات اور صوفی روایات کی توضیح میں مدد ہے اور بیرونِ ملک بھی ہمارے ثقافتی اور ادبی ورثے کی ترویج میں معاون ہے۔ پاکستانیت پروفیسر صاحب کا محبوب موضوع ہے اور یہ سلسلۂ مقالات بھی ایک طرح سے اسی سے منسلک ہے۔ ہماری درخواست پر اس سلسلے کا دوسرا مقالہ پروفیسر صاحب نے ارسال کیا جو اس شمارے میں شامل ہے۔ جناب محمد حمزہ فاروقی صاحب برِعظیم پاک و ہند کی تاریخ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور اس شمارے میں شامل ان کا مقالہ ہماری ادبی اور صحافتی تاریخ کے علاوہ سیاسی تاریخ پر بھی اہم اشارے لیے ہوئے ہے۔ پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ صاحب (علی گڑھ، حال مقیم لکھنؤ) کی لسانیات پر دسترس مسلّم ہے۔ ان کا مقالہ اردو قواعد کی تسوید پر تاریخی ترتیب سے بھی نظر ڈالتا ہے اور قواعد کی مختلف قسموں کے لحاظ سے بھی اردو قواعد پر اہم معلومات فراہم کرتا ہے۔

اردو املا کے مسائل اور انتشار میں کاتبوں اور طرزِ کتابت کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ ڈاکٹر رفاقت علی شاہد نے دیوانِ نسیم لکھنوی کے بنیادی نسخے کا جائزہ اسی تناظر میں لیا ہے۔ تحسین بی بی صاحبہ ہمارے ان نوجوان محققوں اور اساتذہ میں ہیں جو جدید ادب کو مختلف زاویوں سے سمجھنے اور سمجھانے کی جستجو میں رہتے ہیں۔ مسعود اشعر کے فن پر ان کا ناقدانہ تجزیہ جدید پاکستانی ادب کے ایک گوشے پر نظر ڈالتا ہے۔ درحقیقت نوجوان محققوں کی حوصلہ افزائی ہی سے ہم اردو تحقیق کے کارواں کو آگے لے جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر فاطمہ حسن انجمن کی معتمد بھی ہیں اور ممتاز شاعر کے علاوہ محقق بھی ہیں۔ شاعری کے علاوہ پاکستانی زبانوں کا ادب بھی ان کی تگ و تاز کا محور ہے۔ ان کا مقالہ شاعرِ ہفت زباں سچل سرمست کی شاعری پر حسین بن منصورِ حلّاج کے اثرات کی تحقیق پر مبنی ہے۔ ہمارے وحدت الوجودی صوفیۂ کرام پر اس نوعیت کے تحقیقی مقالے ہماری ثقافت اور ادب کی تفہیم کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔

الحمد للہ اردو کی اشاعت میں باقاعدگی آ رہی ہے۔ مختلف اور متنوع موضوعات پر کہنہ مشق اور نوجوان محققین کی تحریروں کو پیش کرنا اور اردو تحقیق کو لگے بندھے اور گھسے پٹے دائروں سے نکال کر نئے جہانوں کی سیر کرانا بھی انجمن کا ایک مقصد ہے۔ ہم نے کوئی دعویٰ نہیں کیا اور نہ کر رہے ہیں لیکن پاکستان اور بھارت کے ممتاز اہلِ علم کے تعاون کی بدولت الحمد للہ اردو کے توسط سے اردو میں تحقیق کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔

(ر-پ)